کزن میرج کی شرعی وطبّی حیثیت

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ محمد شبیر احمد*

ABSTRACT

The personality of the Holy Prophet Muhammad (SWA) is best role model for the whole humanity as it povides guidance to solve all sorts of problems. One of the issues which is commonly discussed these days among the masses is the marriage between the close relatives, such as cousins, and its effect on the children.

One group of Muslims considers it valid while other holds that it is invalid and harmful. The Arab and non-Arab media as well as social media is active in highlighting these issues and rather disturbing and confusing the innocent people.

Similarly, some Islamic scholars argue for the validity and benefits of such type of marriage while some others oppose it and argue that it is harmful for the children of the couple and for the society at large. They also draw support from certain Ahadith.

When a dispute arise between various factions of the Muslim society, the only viable solution is to return to the teachings of Quran and authentic narrations of the Prophet (SAW) and his Sunnah. In this article we will analyze both the view points and would try to ascertain the better and preferred option.

Key words: کزن میرج، بنی نوع انسان، نمونہ حطمی درع، علتیں، اجنبی عورت

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

اللہ سبحانہ وتعالی نے ہر زمانے میں بنی نوع انسان کے لیے انبیاء ورسل بھیجے جو ان کی رہنمائی کر سکیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

- ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ﴾[1]

"اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجے کہ وہ (لوگ صرف) اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت (کی عبادت) سے بچیں۔"

جیسا کہ اس آخری امت کی رہنمائی کے لیے نبی مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا جن کا ہر قول وعمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

- ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[2]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔"

بے شک سیرت النبی ﷺ میں ہر ایک مسلمان کے لیے رہنمائی موجود ہے، عہد نبوی ﷺ سے لے کر عصر حاضر تک بلکہ تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے کسی بھی پہلوئے حیات کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور تعلیمات مشعل راہ ہیں، خواہ وہ پہلو دینی ہو یا دنیاوی، انفرادی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا معاشرتی، عائلی ہو یا انفرادی، سفر سے متعلق ہو یا حضر سے، تعلیم سے متعلق ہو یا تربیت سے، الغرض ہر معاملے میں کسی نہ کسی طور پر رہنمائی موجود ہے۔

آج کل میڈیا اور سوشل میڈیا میں یہ بحث جاری ہے کہ کزن میرج (Cousin Marriage) صحیح ہے یا نہیں؟ مسلم معاشرہ ہو یا مغربی، عربی معاشرہ ہو یا عجمی، ان میں سے ایک گروہ اس کے صحیح ہونے کا قائل ہے اپنا موقف قرآن وسنت اور سیرت نبوی کی روشنی میں واضح کرتا ہے اور اعتراضات کا مدلّل جواب دیتا نظر آتا ہے۔

اور دوسرا گروہ اسے صحیح نہیں گردانتا بلکہ اسے بنی نوع انسان کی صحت کے لیے زہر قاتل تصور کرتا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ وہ عقلی تصورات سے استدلال کرتا نظر آتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کے دلائل ونصوص کا اس مضمون میں جائزہ لیا جائے گا۔

1- النحل 36:16

2- الاحزاب 33: 21

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کرنا سنت نبوی اور ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جس سے انسانی نسل پروان چڑھتی ہے اور اسی طرف اللہ سبحانہ نے کئی آیات میں اشارہ فرمایا ہے:

- ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء﴾[1].

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد وزن پھیلا دیئے۔"

- ﴿وَاللّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً﴾[2].

"اور اللہ تعالی نے تمہارے لیے تم میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔"

قرآن کریم میں کئی آیات ایسی ہیں جو نکاح کی اہمیت وضرورت پر دلالت کرتی ہیں اور اس طرح بعض احادیث میں صاحب استطاعت کو شادی کی رغبت دلانے کے ساتھ ساتھ تاکید بھی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

- ﴿فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء﴾[3].

"پس تم نکاح کروان عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ

1- النساء4: 1

2- النحل 16: 72

3- النساء 4: 3

بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ[1]

"اے نوجوانو: تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے، اور جو نکاح کی وسعت نہیں پاتا وہ روزہ رکھنے کو اپنا معمول بنالے اس لیے کہ یہ (گناہوں سے) بچنے کی ڈھال ہے۔"

مزید ارشاد گرامی ہے:

«تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»[2]

"شادی کرو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی سے، پس بے شک میں قیامت کے دن دوسری امتوں پر تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا۔"

اور ارشاد گرامی ہے:

«النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[3]

"شادی کرنا میری سنت ہے، پس جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔"

اس کے ساتھ ساتھ سیرت النبی ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شادی کی رغبت دلائی، جیسا کہ تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مشہور واقعہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے متعلق استفسار کیا۔ مختصراً یہ کہ ان میں سے ایک نے کہا تھا: میں کبھی نکاح نہیں کروں گا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تو عورتوں سے شادی بھی کی ہے پس جو میری سنت

1- البخاري، ابو عبدالله، محمد بن اسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وايامه، دار السلام والنشر والتوزيع الرياض، 2000ء، كتاب النكاح، باب قول النبيﷺ: من استطاع منكم الباءة فليتزوج، رقم الحديث: 5665

2- ابو داؤد، سليمان بن اشعث، السنن، دار السلام للنشر والتوزيع الرياض، 2000ء، كتاب النكاح، باب النهى عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث:2050

3- ابن ماجة، محمد بن يزيد القزوينى، سنن، دار السلام للنشر والتوزيع الرياض، 2000ء ،كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، رقم الحديث: 1846 صححه الالبانى

پر عمل نہیں کرے گا وہ ہم میں سے نہیں[1]، اور بعض مواقع پر معمولی حق مہر پر ان کی شادی کرادی، جیسے ایک لوہے کی انگوٹھی یا قرآن کریم کے بعض اجزاء یاد کرانے پر شادی کرادی تھی[2]۔

ان دلائل وارشادات کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان کے لیے نکاح کرنا جہاں حکم الٰہی کی بجاآوری ہے وہیں سنت نبوی پر عمل کرنا بھی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان مرد کے لیے شریعت اسلامیہ میں کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے نہیں؟

اگر شریعت اسلامیہ میں ایسی عورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

ا۔ رشتے دار عورتیں

ب۔ اجنبی عورتیں

اجنبی عورتوں سے نکاح کرنا بالاتفاق جائز ہے اگر شرعی یا طبی ممانعت نہ ہو، جبکہ رشتے دار عورتوں میں سے بعض ایسی ہیں جنہیں محرمات کہا جاتا ہے جن سے نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، جن کا تذکرہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الأَخِ وَبَنَاتُ الأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ

---

[1]- صحیح البخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث: 5063 وصحیح مسلم، کتاب النکاح باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه، رقم الحدیث: 1401

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں جیسا کہ:

جامع الترمذي، ابواب النكاح باب اذا جاءكم من ترضون دينكم فزوجوه، رقم الحديث 1085 میں ہے: جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے شادی کر دو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور علامہ البانی نے حسن لغیرہ کہا ہے۔ اور مسند احمد، رقم الحدیث:13309 وشعب الایمان للبیہقی رقم الحدیث:2515 میں ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی صحابی سے پوچھا: کیا تونے شادی کرلی ہے؟ اس نے کہا نہیں، کیونکہ میرے پاس شادی کے لیے کوئی چیز نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے سورت اخلاص بھی نہیں آتی؟ اس کی سند ضعیف ہے۔

[2]- صحيح البخارى، كتاب النكاح باب عرض المراة نفسها على الرجل الصالح، رقم الحدىث: 5121، وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن وخاتم حديد وغير ذلك، رقم الحدىث: 1425

الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللاَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُواْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلاَئِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلاَبِكُمْ وَأَن تَجْمَعُواْ بَيْنَ الأُخْتَيْنِ إَلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً ﴾[1]

”حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، تمہاری رضاعی مائیں، رضاعی بہنیں، تمہاری ساس، تمہاری پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہوں تمہاری ان بیویوں سے جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو[2] ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کو جمع کرنا، ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں جن محرم عورتوں کا تذکرہ ہے ان میں سات (7) محرمات نسبی، سات (7) رضاعی اور چار (4) سسرالی ہیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1. نسبی محرمات: ماں (دادی اور نانی اوپر تک)، بیٹی (پوتی اور نواسی نیچے تک)، بہن (حقیقی ہو یا سوتیلی) پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی شامل ہیں۔
2. رضاعی محرمات: رضاعی ماں، رضاعی بیٹی، رضاعی بہن، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی اور رضاعی بھانجی۔
3. سسرالی محرمات: ساس، ربائب (مدخولہ بیوی کی سابقہ خاوند سے لڑکی) بہو اور دو سگی بہنیں۔

ان کے ساتھ باپ کی منکوحہ بھی شامل ہے جیسا کہ سابقہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلاَ تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاء ﴾[3]

”اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا۔“

---

[1]- النساء 4: 23

[2]- بیوی کی پہلے خاوند سے لڑکیاں، جو اب اس کی پرورش میں ہیں۔

[3]- النساء 4: 22

اس کے علاوہ جب تک عورت عقد نکاح میں ہو اس عورت کی پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔ حدیث مبارک ہے:

"لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا"[1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو اور اسی طرح کسی عورت اور اس کی خالہ کو (اپنے نکاح میں) جمع نہ کرے۔"

ان محرمات کے علاوہ سب عورتوں سے شادی کرنا صحیح ہے جیسا کہ محرمات کے تذکرہ کے بعد ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاء ذَلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾[2]

"اور ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں کہ اپنے مال سے (مہر ادا کر کے) تم ان سے نکاح کرنا چاہو، برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لیے۔"

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بعض محرمات جن سے شادی کرنا جائز تھا لیکن کسی اور سبب کی بناء پر حرام ہو گئیں، ایسی ہی عورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

I. وہ عورتیں جو بالاتفاق حرام ہیں۔

II. وہ عورتیں جن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

پہلی قسم میں وہ عورتیں شامل ہیں جو حلال تھیں لیکن کسی سبب کے پائے جانے کی بناء پر حرام قرار دی گئیں۔ عمومی طور پر یہ انتہائی قریبی رشتہ دار ہوتی ہیں جیسا کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں اکٹھا کرنا۔ اسی طرح کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو جمع کرنا، اور بھتیجی اور بھانجی ضمنی طور پر اس میں شامل ہیں، کیونکہ پھوپھی کے اعتبار سے دوسری عورت بھتیجی۔ اور خالہ کے اعتبار سے بھانجی، ایسی عورتیں بالاتفاق حدیث نبوی سے حرام ہیں۔ اسی طرح مجازی طور پر اس حکم میں باپ دادا، ماں نانی کی پھوپھیاں خالائیں اوپر تک، اسی طرح پوتیاں نواسیاں

---

[1]۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح باب لا تنکح المراة علی عمتها، رقم الحدیث: 5109، وصحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المراة وعمتها او خالتها فی النکاح، رقم الحدیث: 1408

[2]۔ النساء4: 24

نیچے تک شامل ہیں، امام نووی شرح مسلم میں یہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس میں سب مذاہب کے علماء کے لیے اس بات کی دلیل ہے کہ پھوپھی اور خالہ خواہ حقیقی ہو یا مجازی سب اس میں شامل ہیں[1]۔

اور دوسری قسم میں ایسی عورتیں شامل ہیں جن سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن بعض فقہاء اور موجودہ دور کے بعض اطباء اور مفکرین کہتے ہیں کہ جس حکمت کی بناء پر سابقہ عورتیں حرام ہوئیں یعنی دوسری بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ وہی حکمت چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد میں پائی جاتی ہے، یعنی دو مختلف چچاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں یا خالاؤں کی بیٹیوں کو بھی جمع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح وہ عورتیں جن میں ایک سے زیادہ واسطہ سے رشتہ ہو جیسے چچا یا پھوپھی کی پوتی یا نواسی، اور ماں یا باپ کی طرف سے ایک ہی دادا کی اولاد ہوں، تو ایسی رشتہ دار عورتوں سے شادی کرنا اکثر فقہاء کے ہاں جائز ہے جبکہ دوسرا گروہ اسے ناجائز گردانتا ہے۔ ان کی نظر میں پہلی قسم کی عورتوں سے جس حکمت کی وجہ سے نکاح منع کیا گیا ہے کہ اس سے قطع رحمی لازم آتی ہے اور دو سوکن عورتوں کے درمیان جو قباحتیں پیدا ہوتی ہیں جیسے حسد و بغض اور سب وشتم وغیرہ[2] تو وہی قباحتیں ان دوسری قسم کی عورتوں سے شادی کرنے میں لازم آتی ہیں۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف سلف صالحین میں بھی تھا، امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس رائے کو اسحاق بن طلحہ، عکرمہ، قتادہ، اور عطاء نے اختیار کیا ہے اور ایک روایت ابو نجیح کی بھی ہے[3]۔ جبکہ ان کے علاوہ اکثر علماء کے نزدیک انہیں جمع کرنا جائز ہے اور یہی بات راجح ہے بلکہ حسن بن حسین بن علی نے ایک ہی رات میں اپنے چچاؤں محمد بن علی اور عمر بن علی کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا تھا[4]۔

ابن المنذر کہتے ہیں: میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے ایسے نکاح کو باطل گردانا ہو۔ یہ ان نکاح کی قسموں میں سے ہے جو مباح اور جائز ہیں کیونکہ اس کی ممانعت میں نہ تو قرآن وحدیث سے کوئی دلیل ہے اور نہ ہی اجماع

---

[1]- نووی، شرح مسلم 190:9

[2]- جیسا کہ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 4116 میں ہے: اگر تم ایسا کروگے تو تم لازماً قطع رحمی کا سبب بنوگے

[3]- اسی رائے کی طرف ابن عبد البر القرطبی شارح موطا امام مالک بھی مائل ہیں، اور کہتے ہیں: ان دونوں میں علت موافق ہے کہ اس سے قطع رحمی لازم آتی ہے، دیکھیے: ابن عبد البر، الاستذکار: 453:5

[4]- مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث: 10770

سے۔[1]

امام مالک اس کو مکروہ گردانتے ہیں مگر حرام نہیں جیسا کہ ان کے شاگرد ابن القاسم کہتے ہیں: امام مالک سے پوچھا گیا دو چچازاد بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں اسے حرام نہیں جانتا۔ تو کہا گیا: آپ اسے مکروہ سمجھتے ہیں؟ تو فرمایا: لوگ اس سے پرہیز کرتے تھے، جبکہ ابن القاسم خود اسے حلال گمان کرتے تھے۔[2]

اور ابن رشد مالکی کہتے ہیں: سلف صالحین میں حدیث "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا" کے مفہوم میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ مخصوص الفاظ سے معین مفہوم ہی مراد ہے یا ان مخصوص الفاظ سے عام قاعدہ بیان کرنا مقصود ہے، جمہور فقہاء نے پہلی قسم کو ترجیح دی ہے یعنی جو حدیث کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ اور رشتہ دار عورتیں اس میں شامل نہیں ہیں۔ جبکہ بعض فقہاء کہتے ہیں اس سے مراد ہر دو رشتہ دار عورتوں کو نکاح میں اکٹھا کرنا ناجائز ہے خواہ وہ محرمات سے ہوں یا نہ ہوں، پس دوسری قسم کی عورتوں سے بھی شادی کرنا جائز نہیں[3]۔

اور اسی رائے کو بعض معاصر مفکرین واطباء پروان چڑھاتے نظر آتے ہیں۔ وہ ان فقہاء کی اس رائے کے ساتھ عدم جواز پر کچھ طبی اور شماریاتی تحقیق کے دلائل بھی دیتے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رشتہ دار محرم ہو یا نہ ہو ان سے شادی کرنے سے اخلاقی قباحتوں کے ساتھ اولاد کمزور، مضمحل اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

اب تک کی بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن وحدیث سے منصوص محرمات میں کوئی اختلاف نہیں، اور اختلاف صرف ان رشتہ دار خواتین میں ہے جو ان پر قیاس کرتے ہوئے محرمات گردانی جاتی ہیں، جیسا کہ چچازاد (Cousins) وغیرہ۔ جمہور فقہاء ان کو نکاح میں جمع کرنے کو جائز ومباح مانتے ہیں جبکہ کچھ فقہاء اسے ناجائز یا مکروہ کہتے ہیں، آئندہ سطور میں ان دونوں گروہوں کے دلائل کو ذکر کرتے ہوئے راجح کو مرجوح سے واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

1- تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر قرطبی، 2:126، 127

2- ابن رشد قرطبی ، البیان والتحصیل، 4:287

3- ابن رشد ، بدایة المجتہد ، 2:41

پہلے جمہور فقہاء کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں جو ایسی رشتہ دار خواتین سے نکاح یعنی کزن میرج کو جائز ومباح کہتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ﴾[1]۔

اے نبی! ہم نے تیرے لیے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو مہر دے چکا ہے، اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالی نے غنیمت میں تجھے دی ہیں، اور تیرے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر کزن خواتین کو نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اگر سیرت نبوی ﷺ پر نظر ڈالیں تو آپ ﷺ کی عملی زندگی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امہات المؤمنین میں غالباً ایسی ہی رشتہ دار خواتین ہیں جن سے آپ ﷺ نے شادی کی ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں ذکر آرہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا خود ایسی رشتہ دار خواتین سے نکاح کرنا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی امیہ کی بیٹی ہیں، جن کا پہلے نکاح زید بن حارثہ سے ہوا تھا پھر ان کے طلاق دینے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سنہ تین یا پانچ ہجری میں ان سے شادی کر لی تھی۔[2]

ان کے علاوہ کئی ایک ازواج مطہرات کا سلسلۂ نسب آپ ﷺ کے اجداد میں سے کسی جد امجد سے جا ملتا تھا۔ آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب (نام: شیبہ) بن ہاشم (نام: عمرو) بن عبد مناف (نام: المغیرۃ) بن قصیؒ (نام: زید) بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لویؒ بن غالب بن فہر ابن مالک بن

[1]- الاحزاب33 : 50

[2]- الاصابة فی تمییز الصحابة از حافظ ابن حجر: 153:8

النضر۔[1]

ذیل میں ہم ان امہات المؤمنین کا مختصر طور پر تذکرہ کرتے ہیں:

- حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جن کا نام رملۃ تھا، وہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جد امجد عبد مناف سے جا ملتا ہے، ان کی پہلی شادی عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ وہ ہجرت حبشہ کے دوران فوت ہوئے تو وہیں بادشاہِ حبشہ نجاشی کے سامنے آپ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں) ہوا۔[2]
- حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا جن کا سلسلۂ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جد امجد قصی بن کلاب سے جا ملتا ہے۔ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے شادی کی تھی۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔[3]
- حضرت عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا جن کا سلسلۂ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جد امجد مرۃ بن کعب سے جا ملتا ہے۔ اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب ازواج مطہرات سے زیادہ محبوب تھیں۔ یہ نبوت کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں اور نو سال کی تھیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوگئی۔ اور ابھی اٹھارہ سال کی تھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔[4]
- حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا جن کا سلسلۂ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جد امجد کعب بن لوی سے جا ملتا ہے، ان کی پہلی شادی خنیس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو بدری صحابی تھے غزوۂ احد کے بعد ان کی وفات ہوگئی تو ان کی عدت پوری ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے شادی کی پیشکش کی لیکن انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان میں رغبت دیکھتے ہوئے انکار کر دیا، پس حضرت عائشہ سے شادی کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تین سال بعد ان سے شادی کی۔ پھر

1۔ سیرت ابن هشام : 1:1

2۔ حافظ ابن حجر، الاصابة فی تمییز الصحابة،140:8

3۔ ایضاً، 99:8

4۔ ایضاً ، 232:8

ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک طلاق دی تو جبریل امین آئے اور فرمایا: آپ رجوع کرلیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے اور قیام کرنے والی ہے اور یہ آپ کی جنت میں بھی بیوی ہوں گی۔[1]

- حضرت سودہ بنت زمعہ القرشیہ العامریہ رضی اللہ عنہا جن کا سلسلۂ نسب آپ ﷺ سے آپ کے جد امجد لویّ بن غالب سے جا ملتا ہے۔ ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا۔ اس کی وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں اور یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلی خاتون ہیں جن سے آپ ﷺ نے شادی کی۔ اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے انہیں طلاق دینا چاہی تو انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے کہا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیتی ہوں[2]۔

اسی طرح نبی مکرم ﷺ کو اللہ تبارک وتعالی نے چار بیٹیاں عطا کیں۔ آپ ﷺ نے ان کے نکاح بھی ایسے لوگوں سے کیے جن سے قریبی رشتہ داری یا جن کا حسب ونسب آپ ﷺ کے آباء واجداد میں سے کسی جد امجد سے جا ملتا تھا۔ ان چاروں پاکیزہ بیٹیوں کے نکاحوں کی کچھ تفصیل یہ ہے:

- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا [3]، یہ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور محبوب بیٹی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے چند سال پہلے ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی شادی ہجرت کے دوسرے سال اپنے چچیرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حطمی درع کے حق مہر پر کر دی تھی، جن سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔[4]
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا یہ آپ ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں جن کی پیدائش بعثت نبوی ﷺ سے تقریبا دس سال پہلے ہوئی تھی، اور ان کی شادی نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے (آپ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی) حضرت ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ سے مکہ مکرمہ میں کی تھی جن کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا۔ حضرت بو العاص رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب نبی اکرم ﷺ سے ان کے جد امجد عبد

---

[1]۔ حافظ ابن حجر، الاصابة فی تمییز الصحابة، 86:8

[2]۔ ایضاً، 196:8، و صحیح مسلم، کتاب الرضاع باب جواز هبتها نوبتها لضرتها، رقم الحدیث:1463

[3]۔ ان کا تذکرہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قریبی رشتے داری کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

[4]۔ الاصابة فی تمییز الصحابة از حافظ ابن حجر، 8:262

مناف سے جاملتا ہے۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ ہجرت کے چھٹے سال قیدی ہو کر مدینہ منورہ آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی پناہ میں لے لیا اور اس سے اگلے سال انہوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان کے پاس بجھوا دیا تھا[1]۔

- حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹیاں، جن کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے بعد دوسری کی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ ان کا سلسلۂ نسب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جد امجد عبد مناف ابن قصیؒ سے جاملتا ہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ان سے شادی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور انہوں نے ہجرت حبشہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں تھیں[2]۔

ایسی بے شمار قطعی الدلالہ نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خیر القرون نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے رشتے داروں کی آپس کی شادی بیاہ عام تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی عمل بھی اسی امر کی گواہی دیتا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ذکر کیا جاتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور نواسے نواسیوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد سلف صالحین کا اسی پر عمل تھا، بلکہ تاریخ اسلام ایسی شادیوں کے تذکرے سے بھری پڑی ہے جبکہ ان بیماریوں یا ان کے علاوہ دوسرے امراض کا اشارتاً بھی کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

ویسے بھی اگر ایسے نکاح میں کوئی ممانعت یا کسی قسم کا کوئی ضرر ہوتا تو اللہ تعالیٰ جو رؤف، رحیم اور حکیم ہیں کبھی بھی اپنے پیارے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ چیز جائز ہی نہ کرتے اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی ذات اور بیٹیوں کے لیے پسند فرماتے، اور یہی چیز اس کے جائز و مباح ہونے کے لیے کافی ہے۔

اور ابن حزم الظاہری کہتے ہیں: ہم اپنے مباح رشتہ داروں کی آپس کی شادیوں کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ اس پر

---

[1]۔ حافظ ابن حجر، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 151:8

[2]۔ ایضًا، 138:8 اور 460

رسول اللہ ﷺ نے خود عمل کیا بلکہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادیاں بھی بنو ہاشم اور بنو شمس میں کیں۔ اور اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔[2]"

دوسرے گروہ کا موقف

اب دوسرے گروہ کے نقلی اور عقلی دلائل کا مختصر طور پر جائزہ لیا جاتا ہے جو رشتہ داروں میں نکاح کو جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے نقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى قَرَابَتِهَا مَخَافَةَ الْقَطِيعَةِ."

"رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو رشتہ دار سے نکاح کرنے سے روکا کہ بعد میں قطع رحمی کا سبب بنے۔" [3]

ابو داود نے اسے اپنی کتاب "المراسیل" میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل ہونے کی بناء پر ضعیف ہے اگرچہ اس کے تمام راوی ثقات ہیں۔

2. حدیث "اغترِبوا ولا تُضوُوا" ایک روایت میں ہے "أغرِبوا ولا تُضوُوا" اجنبی عورتوں سے شادی کرو تاکہ اولاد اپاہج وکمزور نہ پیدا ہو۔[4]

صحیح یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں ہے اسے سب سے پہلے ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں صیغۂ تمریض کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کی کوئی سند بھی ذکر نہیں کی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے ہاں کوئی محاورہ بولا جاتا تھا جسے انہوں نے کسی معنی کی دلالت کے لیے استعمال کیا اور کسی وجہ سے اس کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کر دی۔ اسی لیے ابن الملقن کہتے ہیں: میں نے اس موضوع کے بارے میں کسی حدیث کی

1- الاحزاب33: 21
2- المحلی از ابن حزم الظاہری، 209:11
3- المراسیل از ابی داود ، 208
4- غریب الحدیث از ابراہیم الحربی، 378:2

کتاب میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جو معناً اس کے قریب ہو۔[1]

3. اور حدیث "لا تنكحوا القرابة القريبة فإن الولد يخلق ضاوياً" "کہ قریبی رشتہ داروں کی آپس کے نکاح نہ کرو کیونکہ اس سے اولاد کمزور واپاہج پیدا ہوتی ہے۔"

یہ بھی صیغۂ تمریض کے ساتھ مروی ہے، اسے سب سے پہلے ابن سیدہ نے اپنی کتاب المحکم والمحیط الاعظم میں صیغہ مجہول سے روایت کیا ہے اور امام غزالی نے اسے احیاء علوم الدین میں جگہ دی ہے، حافظ عراقی احیاء العلوم کی تحقیق میں کہتے ہیں: ابن الصلاح نے کہا ہے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے[2]۔

4. اور حدیث «النَّاكِحُ فِي قَوْمِه كَالْمُعَشِّبِ فِي دَارِهِ» کہ اپنے خاندان میں شادی کرنے والا گھر میں گھاس پھوس کی طرح ہوتا ہے، اسے ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے اس کی سند میں سلیمان بن ایوب ضعیف اور منفرد راوی ہے جس کی کوئی متابعت نہیں کرتا، اور طبرانی کی روایت کے بارے میں حافظ الہیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں دو راوی مجہول ہیں[3]۔

5. اور قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے آل السائب کو فرمایا: تم صحت کے لحاظ سے کمزور ہو چکے پس اجنبی عورتوں سے نکاح کرو۔

حافظ ابن حجر نے اسے تلخیص الحبیر میں ذکر کیا ہے کہ اسے ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں عبد اللہ بن المؤمل سے انہوں نے ابن ابی ملیکۃ سے روایت کیا ہے، لیکن اس میں دو علتیں ہیں: عبد اللہ بن مؤمل ضعیف ہے[4] اور ابراہیم حربی اور عبد اللہ کے درمیان انقطاع ہے۔[5]

اگر غور کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان کے نقلی دلائل میں سے کوئی دلیل ایسی نہیں جو ضعیف نہ ہو

---

[1]- البدر المنیر از ابن الملقن، 500:7

[2]- المحکم والمحیط الاعظم از ابن سیدہ، 907:5، احیاء علوم الدین از غزالی، 971:2

[3]- الکامل فی ضعفاء الرجال ازابن عدی، 284:4، المعجم الاوسط از الطبرانی: 206، مجمع الزوائد از حافظ الھیثمی 7354

[4]- تقریب التہذیب از ابن حجر، 3649.

[5]- یہ روایت حربی کی کتاب غریب الحدیث میں نہیں ملی جبکہ ابن حجر نے اسے تلخیص الحبیر، 309:3 میں ذکر کیا ہے

اور اب ان کے عقلی دلائل کو مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

1. بے شک سروے، شماریاتی ریسرچز اور سائنسی طبی تجربے یہ ثابت کرتے ہیں کہ موروثی بیماریوں کے انتشار و پھیلاؤ کا سبب رشتے داروں کی آپس میں کی گئی شادیاں خصوصاً کزن میرج ہیں یعنی یہ بیماریاں ماں باپ سے اولاد میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور یوں وہ ان امراض کے پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔[1]

عصر حاضر کے طبی ماہرین کہتے ہیں کہ جدید طب کی تشخیص یہ ہے کہ وہ امراض جن کے پھیلنے کا سبب رشتہ داروں کی شادیاں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے اہم کچھ یوں ہیں:

- تھیلسیمیا (Thalassemia) جو انسانی خون میں سرخ خلیوں پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے جسم کا دفاعی نظام متاثر ہو جاتا ہے، بعض دفعہ آکسیجن کی کمی کی وجہ سے خون میں جالا بن جاتا ہے اور یہ بھی خون کی کمی کا سبب بنتا ہے۔
- عقلی پسماندگی (نقص عقلی) اس کی وجہ سے عام انسانی عقل (سمجھ بوجھ) متاثر ہوتی ہے، یا تو مکمل طور پر معدوم ہوتی ہے، یا ہوتی تو ہے لیکن آدمی ہم عصر ساتھیوں سے عقل میں پیچھے رہ جاتا ہے، یا پھر اس میں کسی اور طرح کا نقص واقع ہو جاتا ہے۔
- جگر کے امراض کا سبب بنتا ہے جیسے جگر کا کام چھوڑ دینا اور بعض دفعہ انسانی اعصاب کو تلف کر دیتا ہے۔
- انسانی جلد میں سفید داغ بننے کا سبب بن جاتا ہے، جسے Albinism کہا جاتا ہے۔
- خون انسانی میں فولاد کی زیادتی کا سبب بن جاتا ہے۔
- انسان کی ہڈیوں کے ڈھانچے میں نقص یا ٹیڑھ پن واضح ہوتا ہے۔
- مرض Phenylketonuria لاحق ہوتا ہے جس سے ذہنی پسماندگی، قد نہ بڑھنا وغیرہ بیماریاں لگ جاتی ہیں۔
- مرض Alkaptonuria بھی لاحق ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، جو جوڑوں اور دل پر اثر کرتا ہے
- مرض Polycystic kidney ایسی بیماری ہے جو گردوں کو یا تو فیل کر دیتی ہے یا متاثر کرتی ہے۔
- مرگی، عضلات کی بے ترتیبی، الرجی، شوگر وغیرہ کا بھی سبب بننے کا خدشہ ہوتا ہے۔

---

[1]- زواج الاقارب وعلاقته بالامراض الوراثية، ملخص، ص: 236 للطالبة/ نجاة ناصر، رسالة ماجستير بجامعة ابی بكر بتلمسان، الجزائر

اس کے علاوہ بھی کئی ایک بیماریوں کے لاحق ہونے کا خدشہ رہتا ہے[1]۔

اس گروہ کے نظریے کے مطابق اولاد میں مذکورہ بالا بیماریوں کے ہونے کا سب سے بڑا سبب رشتہ داروں کی آپس کے شادی بیاہ خصوصاً گزن میرج ہے۔

اگر غور کیا جائے تو ان کے ان لوگوں کے اخذ کردہ نتائج خیالی امور پر مبنی ہیں نہ کہ حقائق پر، بلکہ حقائق اس کے برعکس ہیں:

1. قرآن وحدیث کی واضح نصوص ان کے اس نظریے کے برعکس ہیں۔
2. انہوں نے جن نقلی دلائل کا سہارہ لیا ہے وہ ضعیف ہیں۔
3. عقلی دلائل ان کے محدود علم وتجربات پر مبنی ہیں، یا پھر مخصوص حالات یعنی کہ مکان اور زمان کے اعتبار سے مانے جاسکتے ہیں لیکن علی الاطلاق یہ حکم صحیح نظر نہیں آتا کیونکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر کوئی بیماری کسی جگہ یا خاص وقت میں عام ہے تو رشتہ داروں اور اجنبیوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ماحول اور موسم کا بہت عمل دخل ہوتا ہے۔
4. یہ بات بھی یقینی نہیں ہے کہ اجنبیوں میں شادی کرنے سے یہ بیماریاں لاحق نہیں ہوں گی، بلکہ ممکن ہے کہ اجنبی مرد یا عورت کچھ نئی بیماریوں کا سبب بن جائے۔ اگر کوئی مرد اجنبی عورت سے شادی کرتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے یہ موروثی بیماریاں ایک دوسرے میں منتقل ہوجائیں۔
5. ویسے بھی بعض اطباء نے علی الاطلاق اس کے مؤثر ہونے کی نفی کی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر الکباریتی جو کہ کویت سے تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ندوہ میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

> ”یہ اعتقاد ہی غلط ہے کیونکہ یہ علمی طور پر ثابت ہوچکا ہے کہ ایسا معاشرہ جس میں عموماً شادی بیاہ رشتے داروں میں ہوتا ہے، دوسرا وہ معاشرہ جس میں اجنبیوں میں اکثر شادی کی جاتی ہے، تیسرا وہ معاشرہ جس میں متفرق لوگوں میں شادی کی جاتی ہے، ان سب میں امراض کے پھیلنے میں کوئی نمایاں فرق نہیں پایا گیا۔“

[1]- زواج الاقارب وتاثیره علی صحة المولود، ملخص، ص:21، دراسه میدانیة للأطفال/عزیز بوقفه، بجامعة قاصدی مرباح

پھر انہوں نے ایک وراثت کے ماہر کا ذکر کیا کہ ان کے سروے کے نتائج اسی چیز کی تصدیق کرتے ہیں کہ بعض امراض موروثی طور پر لاحق ہو جاتے ہیں جبکہ بعض اوقات وہ مؤثر نہیں ہوتے[1]۔"

"اسی طرح ڈاکٹر احمد شوقی ابراہیم جو کہ الصباح ہسپتال کویت میں ماہر باطنی امراض ہیں وہ ہر دو پہلو پر تفصیلی بحث کرتے ہیں اور موروثی امراض کو مخصوص حالات کے ساتھ جوڑتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ نظریہ علی الاطلاق تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ کبھی کبھار ہونے کا امکان ہے اور بعض مخصوص حالات میں ایسا ہونا صحیح ہے لیکن اسے کلیتاً تمام حالات سے جوڑنا صحیح نہیں۔ اس کے علاوہ اسے عمومی قاعدۃ کلیۃ یا قانون سمجھنا بعید از قیاس ہے۔"

مزید کہتے ہیں: "موروثی بیماریوں کا اولاد میں زیادہ نسبت سے ظاہر ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ اس کے والدین کی وجہ سے ہے اور یہ آپس کے نکاح کا نتیجہ ہے۔ بہر حال یہ کوئی معتمد قاعدۃ نہیں ہے۔ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ یہی اولاد میں بیماریوں کا سبب ہے تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اجنبی عورتوں سے نکاح کے ساتھ اولاد صحت مند پیدا ہو گی۔"

جبکہ ڈاکٹر محمد علی البار کہتے ہیں: لوگوں میں یہ وہم ڈالنا کہ رشتہ داروں کی آپس کی شادی ہی موروثی امراض کے پھیلنے کا سبب ہے، یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے[2]۔

بہر حال مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی آراء و نظریات سے بچیں جن کا تعلق اور اعتماد محض عقلی یا خیالی مفروضوں پر مبنی ہے جن کی بنیاد محدود علم اور علاقہ یا معین مکان وزمان سے ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کے نظریات بظاہر قرآن وحدیث کی صریح نصوص کے خلاف نظر آتے ہیں۔

اور جب ایسی صورتحال ہو کہ شرعی دلائل اور انسانی طے کردہ نتائج میں بظاہر ٹکراؤ نظر آرہا ہو تو شریعت ہی مقدم ہو گی کیونکہ عقل وہی معتبر ہے جو اسلامی تعلیمات کے تابع ہو گی۔ مزید یہ کہ اس بارے میں سیرت النبی ﷺ ہمارے لیے صحیح منہج حیات طے کرنے میں ممد ومعاون ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی

---

[1]- ملخص الندوة صحيفة القبس الكويتية فى عددها الصادر فى 25 ديسمبر سن 1977م.

[2]- زواج الاقارب بين الفقه والطب للدكتور احمد بن عبد العزيز الحداد، ص: 7، ادارة الافتاء بدبى، الامارات العربية المتحدة

ہمارے لیے مشعل راہ اور بہترین اسوۂ حسنہ ہے۔

حاصلِ بحث

ہم نے اس مختصر بحث میں یہ نتیجہ اخذ کیاہے کہ شریعت اسلامیہ میں رشتہ داروں کی آپس میں شادی خصوصاً کزن میرج پر کوئی قدغن و حرج نہیں بلکہ ایسا کرنا صحیح و مباح ہے۔ اور جو لوگ اس پر اعتراضات اٹھارہے ہیں اور دلائل دے رہے ہیں وہ شرعی حقائق اور فیلڈ ریسرچ حقائق سے موافقت نہیں کرتے۔

سیرت النبی ﷺ میں دوسرے امور کی طرح اس مسئلے پر بھی سیر حاصل مواد موجود ہے اور اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اس پر اپنا عمل بھی موجود ہے بلکہ آپ ﷺ نے اپنی تمام بیٹیوں کی شادیاں بھی اپنے رشتہ داروں میں کی تھیں۔ اور مزید یہ کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محبوب کے لیے ایسے رشتہ داروں کے ساتھ شادی کے جواز وحلت پر قرآن کی آیت نازل کی ہے۔

اور ایسے رشتہ داروں کے ساتھ نکاح کی صحت واباحت پر قرآن وحدیث سے بے شمار دیگر دلائل موجود ہیں جبکہ اس کے بالمقابل عدم جواز پر کوئی ایسی نص نہیں پائی گئی جو معتبر اور قابل حجت ہو، اور تجرباتی وشماریاتی تحقیق سے جو تصوراتی نتائج اخذ کیے گئے ہیں وہ مخصوص زمانی ومکانی اعتبار سے تو ممکن ہوسکتے ہیں، کل وقتی یا کلی طور پر اسکا اطلاق صحیح نہیں ہے ، جبکہ کئی ایک ایسی علمی وشماریاتی تحقیقات موجود ہیں جن کے نتائج اس کے غیر مضر ہونے اور مذکورہ بالا موروثی بیماریوں کے عدم پھیلاؤ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سفارشات

سیرت النبی ﷺ کے عام وخاص تمام پہلوؤں کو مختلف انداز میں اجاگر کرنا چاہیے تاکہ عام لوگ بھی اس سے اپنی زندگی کے مختلف امور میں استفادہ کرسکیں۔

میڈیا، خصوصاً سوشل میڈیا کے غلط استعمال پر پابندی ہونی چاہیے۔ اگر ان کا استعمال ناگزیر ہو تو ہر مسئلے کی تحقیق کا کوئی بندوبست ہونا چاہیے۔ بلکہ ایسے پروگرام ترتیب دینے چاہییں جن میں ان کے صحیح وغلط استعمال کی طرف رہنمائی ہو۔

عام لوگوں اور بچوں کی تربیت صحیح نہج پر ہونی چاہیے کہ وہ بیان کی گئی یا سنی سنائی باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ اس میں علماء کرام اور اساتذہ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

مستند حقائق اور مفروضوں پر مبنی تاویلات کی نشاندہی کی جانی چاہیے تاکہ عام لوگوں کے لیے صحیح منہج اختیار کرنے میں آسانی ہو اور وہ غلط روش سے بچ سکیں۔